اصول اجتہاد کا معنی و مفہوم: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Meaning and Connotation of Uṣul e Ijtihad: An Analytical Study

Ayaz Akhter
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies & Sharia, MY University, Islamabad, Pakistan.ayaz502000@gmail.com,
https://orcid.org/0009-0000-3632-9404
Hafiza Farah Sadique
M Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat,
naeemulirfan@gmail.com
Dr. Bushra Subhan
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies & Sharia, MY University, Islamabad, Pakistan:bushra.furqan@myu.edu.pk

Abstract:
Muslim legal reasoning is based on the "fundamentals of jurisprudence," or uṣul al-Fiqh. This complex framework dictates how jurists (fuqahā) use the Qur'ān and Sunnah as primary sources to extract principles that then guide their derivation of rulings (aḥkām) on current concerns. This article delves deeply into the fundamental ideas of Uṣul al-Fiqh, examining its methodology, historical evolution, and guiding principles. It looks at the many schools of thought within Uṣul and compares how they read the Bible and determine what legitimate law is. The article also discusses the current issues that Uṣul al-Fiqh must deal with, such adjusting to a world that is changing quickly and balancing traditional beliefs with contemporary realities. The abstract emphasizes the vital significance of Uṣul al-Fiqh in guaranteeing the flexibility and vitality of Islāmic law through its subtle analysis. It highlights the continuing dialogue.

Keywords: Uṣul al-Fiqh, Islāmic law, jurisprudence, legal reasoning, adaptation

اصول اجتہاد دو الفاظ اصول اور اجتہاد سے مرکب اضافی ہے۔ جس کا معنی ہے اجتہاد کے اصول ان کا قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ﴾[1] بے شک وہ ایک پیڑ ہے جو جہنم کی بنیاد میں نکلتا

[1] ۔الصافات 37: 64 As-Sāffāt 37:64

ہے۔اس آیت سے اصل کا معنی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔اس طرح حدیث رسول ﷺ سے بھی اصل کا معنی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔فَكَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى أَبِي مُوسَى يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى: إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ، فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ، ثُمَّ قَالَ: صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا»[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کچھ اشیاء کا حکم معلوم کرنے کے لیے خط تحریر کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ایک دن میں اللہ کے رسول ﷺ کی معیت میں تھا، آپ ﷺ پیشاب کرنے کے لیے ایک دیوار کی بنیاد کے پاس نرم زمین میں آکر پیشاب کیا، پھر فرمایا ''تم میں سے جب کوئی پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو وہ پیشاب کرنے کیلئے نرم زمین تلاش کرے''۔

اصل بمعنی جڑ

اصل کا ایک معنیٰ جڑ بھی ہے جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں بیان ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي أَصْلِ شَجَرَةٍ – أَوْ قَالَ: إِلَى جِذْعٍ –، ثُمَّ اتَّخَذَ مِنْبَرًا ۔[3]

اللہ کے رسول ﷺ درخت کی جڑ، یاں کہا: تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے ، بعد میں آپ ﷺ نے ایک منبر بنوا لیا۔ ﴿اقیموا الصلوۃ ﴾[4] فرضیتِ نماز کی اصل یعنی دلیل ہے ۔﴿واتو الزکوۃ﴾[5] فرضیت زکوۃ کی دلیل ہے۔علم نحو کا قاعدہ ہے۔کل فاعل مرفوع،ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے۔

---

[2] ۔السجستانی ،سلیمان بن اشعث، ابوداؤد(م:275ھ)،سنن ابی داؤد، (بیروت، مکتبہ عصریہ ،س۔ن)۔باب الرجل یتبوا لبولہ،ج1،ص1

Al-Sajistānī, Suleimān bin Ash'ath, Abu Dāwud (AD: 275 AH), Sunan Abī Dāwud, (Beirūt, Maktaba Al-A’ṣriyah, S.N.) Bāb Al-Al-Arqal Yatbwa Labulah, vol.1, p.1

[3] ۔ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ ،قزوینی، (م: 273ھ)، سنن ابن ماجہ،(دار احیاء الکتب العربیہ ،س۔ن)،باب ماجاء فی شان المنبر،ج1،ص455

Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazid, Abu Abdullah, Qazwinī, (d: 273 AH), Sunan Ibn Mājah,(Dār Aḥyaya Kitub al-A’rabiyyah, S.N), Chapter Mājā fī Shān al-Manbar, Vol. 1, p. 455

[4] ۔البقرہ2: 43 — Al-Baqarah 2: 43

[5] ۔ایضاً — Ibid

اسی لیے اصول اجتہاد سے مراد اجتہاد کی بنیادیں، جڑیں، قاعدے قانون اور دلائل ہو سکتے ہیں۔ انہیں پر شجر اجتہاد یا عمارت اجتہاد قائم ہے۔ جڑیں کاٹ دینے سے یا بنیادیں گرادیں سے وہ درخت یا عمارت قائم نہیں رہ سکتے۔ اس لیے اجتہاد کی ان بنیادوں، جڑوں، قواعد و قوانین اور دلائل کو جاننا اور ان پر عمل کرنا مجتہد کے لیے از حد ضروری ہے۔

لفظ اجتہاد کا معنی و مفہوم

اجتہاد بروزن افتعال ہے جو کہ باب افتعال کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ اصلیہ ج۔ہ۔د ہے۔ قرآن کریم میں جہد مفتوح یعنی جیم کے زبر کے ساتھ، اور جہد مضموم جیم کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ جیم کے زبر کیساتھ قرآن کریم میں پانچ مقامات پر مذکور ہے۔ جس کا معنی پختہ اور مضبوط ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔ ﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ﴾[6] اور اللہ کی مضبوط قسمیں اٹھاتے ہیں۔ جیم کی پیش کے ساتھ (مضموم) بھی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ جس کا معنی محنت و مشقت کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾[7]

وہ جنہیں صرف اپنی محنت مشقت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

اجتہاد کا لغوی

علامہ جرجانی اپنی کتاب التعریفات فرماتے ہیں: "الاجتهاد: في اللغة بذل الوسع"۔[8] لغت میں اجتہاد کا سے مراد حتی الامکان کاوش کرنا اور علامہ آمدی: اجتہاد کے لغوی معنی اس طرح بیان کرتے ہیں:

" أَمَّا (الِاجْتِهَادُ) : فَهُوَ فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنِ اسْتِفْرَاغِ الْوُسْعِ فِي تَحْقِيقِ أَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ مُسْتَلْزِمٍ لِلْكُلْفَةِ وَالْمَشَقَّةِ"۔[9] اجتہاد لغت میں معاملات کی ایسی مکمل تحقیق سے حتی المقدور فراغت حاصل کرنا جو محنت و مشقت

---

[6]۔ الفاطر 35 :42؛ النور 24 :53؛ النحل 16 :38؛ الانعام 6 :109؛ المائدۃ 5 :53
Al-Fātir 35:42; Al-Nour 24:53; An-Naḥl 16:38; Al-An'ām 6:109; Al-Mā'idah 5:53

[7]۔ التوبۃ 9 :79 Al-Tawbah 9:79

[8]۔ الجرجانی، علی بن محمد، الشریف (م 816ھ)، کتاب التعریفات، (لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ط 1، 1403ھ/1983ء)، باب الالف، ج 1، ص 10
Al-Jurjānī, Alī bin Muḥammad, Al-Sharif (AD 816), Book of Definitions, (Lebanān, Beirūt, Dār Al-Kutub Al-I'lmiyyah, 1st edition, 1403/1983), Chapter Alif, vol. 1, p. 10

[9]۔ الآمدی، علی بن ابو علی بن محمد، ابو الحسن، سید الدین (م: 631ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، (المکتب الاسلامی، لبنان، دمشق، بیروت، س۔ن)، ج 4، ص 162

کو مستلزم ہو۔اسی لیے اہل عرب کہتے ہیں :"اجْتَهَدَ فُلَانٌ فِي حَمْلِ حَجَرِ الْبِزَارَةِ، وَلَا يُقَالُ: اجْتَهَدَ فِي حَمْلِ خَرْدَلَةٍ". فلاں شخص نے بھاری پتھر اٹھانے میں بہت زیادہ کوشش کی۔اور ہلکادانہ اٹھاتے وقت اجتھاد کا لفظ اہل عرب میں مستعمل نہیں ہے۔

اجتہاد کا اصطلاحی معنی

اصول اور اجتہاد کے الگ الگ معانی بیان کرنے کے بعد اب جید فقہاء اور اصولیین کے نزدیک اجتہاد کی اصطلاحی تعریفات بیان کی جاتی ہیں۔

1: علامہ جرجانی اپنی کتاب التعریفات میں اس کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" استفراغ الفقيه الوسع ليحصل له ظنٌّ بحكم شرعي" .

فقیہ کا حتی الوسع کوشش کرنا کہ اس سے حکم شرعی کے بارے ظن حاصل ہو جائے۔

2: دوسری تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ

"الاجتهاد: بذل المجهود في طلب المقصود من جهة الاستدلال"۔[10]

استدلال کرتے ہوئے مقصد کی طلب میں بہت زیادہ محنت ومشقت کرنا۔

3: علامہ آمدی بیان کرتے ہیں :

وَأَمَّا فِي اصْطِلَاحِ الْأُصُولِيِّينَ فَمَخْصُوصٌ بِاسْتِفْرَاغِ الْوُسْعِ فِي طَلَبِ الظَّنِّ بِشَيْءٍ مِنَ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ عَلَى وَجْهٍ يُحَسُّ مِنَ النَّفْسِ الْعَجْزُ عَنِ الْمَزِيدِ فِيهِ.[11]

اہل اصول کی اصطلاح میں اجتہاد سے مراد کسی شے کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے انتہاء درجے کی تلاش و کوشش کرنا کہ مزید تحقیق سے نفس عاجز آجائے۔

4: امام غزالی المستصفی میں اجتہاد مطلق کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں۔

بَذْلُ الْمُجْتَهِدِ وُسْعَهُ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ بِأَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ۔

Al-Amdī, Alī bin Abu Alī bin Muḥammad, Abu Al- Ḥasan, Sayyid Al-Din (d. 631 AH), Al-Aḥkām fī Uṣul Al-Aḥkām, (Al-Maktab Al-Islāmī, Lebanān, Damascus, Beirūt, N Y), vol. 4, p. 162

[10] ۔الجرجانی، کتاب التعریفات، باب الالف، ج1، ص10

Al-Jurjānī, Book of Definitions, Chapter Alif, vol. 1, p. 10

[11]۔الآمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ج4، ص162

Al-Amdī, Al-Aḥkām fi Uṣul Al-Aḥkām, vol. 4, p. 162

احکام شریعت کے علم کے حصول کے لیے اپنی صلاحیت کے مطابق کوشش کرنا

5: اور اجتہاد تام کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وَالِاجْتِهَادُ التَّامُّ أَنْ يَبْذُلَ الْوُسْعَ فِي الطَّلَبِ بِحَيْثُ يُحِسُّ مِنْ نَفْسِهِ بِالْعَجْزِ عَنْ مَزِيدِ طَلَبٍ۔[12]

اجتہاد تام یہ ہے احکام شریعت کے حصول میں اتنی کوشش کرنا کہ اس سے زیادہ وہ شخص اپنے آپ کو عاجز محسوس کرے۔ 6: ابن قدامہ حنبلی نے روضہ الناظر وجنۃ المناظر میں اجتہاد تام کی یہی تعریف ذکر کی ہے[13]۔ جسے امام غزالی نے ذکر کیا۔

مفہوم اجتہاد

اجتہاد سے مراد وہ کوشش ہے جب کوئی مجتہد عالم دین کسی ایسے دینی مسئلے کا حل نکالنے کے لیے کرتا ہے جس کا حکم قرآن و سنت واضح نہ ہو۔ کیونکہ مجتہد اپنی اجتہادی صلاحیت کی بناء پر شرعی اصولوں کے ذریعے فروعی احکام ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔

مسائل کے حل کے لیے اجتہاد بہت زیادہ کوشش کرنے کا نام ہے اگر یہ کوشش و محنت صرف حکم کو پہنچاننے یا معلوم کرنے کے لیے ہو تو یہ اجتہاد ناقص کہلاتا ہے۔ اگر یہ کوشش و محنت اس حد تک کی جائے کہ جس کے بعد نفس عاجز آجائے اور کوئی ملال نہ رہے تو اسے اجتہاد تام کا نام دیا جاتا ہے۔ اجتہاد ناقص کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص کا سکہ مٹی میں گم ہو گیا اس نے مٹی میں ہاتھ مارا مٹی کو اوپر نیچے کیا، درہم نہ ملا اس نے اسے مزید تلاش کرنا ترک کر دیا۔ جب کہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے وہ گم ہوئے درہم کو تلاش کرنے کے لیے ہاتھ سے کوشش

---

[12]۔ الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، (م: 505ھ)، المستصفی، دار الکتب العلمیہ، ط1، 1413ھ/1993ء، ج1، ص342

Al-Ghazālī, Muḥammad bin Muḥammad, Abu Ḥāmid, (d. 505), (Al-Muṣtasfa, Dār Al-Kutub Al-I'lmiyyah, 1st edition, 1413 / 1993), vol. 1, p. 342.

[13]۔ الدمشقی، عبد اللہ بن احمد، ابو محمد، ابن قدامہ، حنبلی، (م: 620ھ)، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل، (مؤسسۃ الریّان للطباعۃ والنشر والتوزیع، ط2، 1423ھ/2002ء)، فصل فی حکم المجتہد، ج2، ص334

Al-Dimashqī, Abdullah bin Aḥmad, Abu Muḥammad, Ibn Qadāmah, Ḥanbalī, (AD: 620), Rawdat al-Nāzir and the Paradise of Opinions in the Fundamentals of Jurisprudence according to the Doctrine of Imām Aḥmad bin Ḥanbal, (Al-Rayyān Foundation for Printing, Publishing and Distribution, 2nd edition, 1423/2002), chapter on the rule Al-Mujtahid, vol. 2, p. 334

کرتا، مٹی کو چھانتا ہے مٹی کو کھودتا ہے اس تمام کوشش کے نتیجے میں اسے یاتو وہ سکہ مل جاتا ہے یااسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب درہم نہیں ملے گا۔ تو یہ اس سکے کو تلاش کرنے کے لیے اس کا اجتہاد تام ہو گا۔

المختصر یہ کہ اسلامی شریعت کے مقرر کردہ اصول، یعنی اصول نقلیہ ہوں جیسے قرآن و سنت یااصول عقلیہ جیسے اجماع ، قیاس، مصالح مرسلہ یااستحسان اور عرف عام وغیرہ سے ان شرعی مسائل کا حل ڈھونڈنے کی سعی کرنا جن کے بارے میں کوئی حکم صراحتاً موجود نہ ہو اور نہ ہی ان مسائل کے بارے میں اجماع ہوا ہو۔

اجتہاد کی اقسام

اجتہاد کی اقسام کو یہاں اس لیے بیان کیا جا رہا ہے تا کہ علم ہو سکے کہ کون سے موقع پر کس قسم کے اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ فقہاء اسلام نے جو اجتہاد کی اقسام بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

i. اجتہاد فی الشرع

ii. اجتہاد فی المذہب

iii. اجتہاد فی المسائل

ان تینوں کی مختصر تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

1. اجتہاد فی الشرع

اجتہاد فی الشرع کا اختیار صرف مستقل مجتہد یا مجتہد منتسب کو ہے۔

i. **مجتہد مستقل**: ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے اجتہادی اصولوں میں ردوبدل کا اختیار حاصل ہو جن پر احکام و مسائل کی بنیاد قائم ہو۔

ii. **مجتہد منتسب**: ایسا شخص ہے جو بغیر کسی تصرف کے مقرر کردہ اصول کو تسلیم کرتا ہو اور مسائل کے استنباط میں انہیں سے کام لیتا ہو۔ اس مجتہد کی نسبت اسی امام کی طرف کی جائے گی جس کے اصولوں سے زیادہ استعمال میں لاتا ہو۔

یہ مجتہد اپنے امام سے چند مسائل میں اختلاف بھی کرتا ہے لیکن اصولوں کے اتفاق کی وجہ سے اسے اسی امام کا متبع تصور کیا جائے گا۔

2. اجتہاد فی المذہب

اس کا درجہ اجتہاد فی الشرع سے کم ہوتا ہے، مجتہد فی المذہب مشہور ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا ہو، اصول و فروع میں اسی کی اتباع کرے، لیکن اندھی تقلید نہ کرے، بلکہ فہم و بصیرت سے مسائل کو قبول کرے، اور مسائل کے ماخذ و مصادر سے واقفیت رکھتا ہو۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وَهُوَ مقلد لإمامه فِيمَا ظهر فِيهِ نَصه لكنه يعرف قَوَاعِد إِمَامه وَمَا بنى عَلَيْهِ مذْهبه فَإِذا وَقعت حَادِثَة لم يعرف لإمامه نصا فِيهَا اجْتهد على مذْهبه وخرجها من أَقْوَاله وعَلى منواله۔[14]

3. اجتہاد فی المسائل

اس کا درجہ اجتہاد فی المذہب سے بھی کم ہے۔ مجتہد فی المسائل کے بارے میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

وَهُوَ المتبحر فِي مَذْهَب إِمَامه المتمكن من تَرْجِيح قَول على آخر وَوجه من وُجُوه الْأَصْحَاب على آخر۔[15] جو اپنے امام کے مسلک کا متبحر عالم ہو، مختلف اقوال و توجیہات میں دلائل و براہین سے کسی ایک کو ترجیح دینے پر قادر ہو۔

اجتہاد کی ضرورت واہمیت

اسلام ایک آفاقی دین ہے۔ قیامت تک پیش آنے والے مسائل و معاملات کا حل اس کے پاس موجود ہے۔ یہ آخری الہامی مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾[16] بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔ اس کو ابدی اور دائمی مذہب ہونے کا امتیاز حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ تمام عالم انسانیت کی امامت و سیادت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اہل مغرب نے تو اس مفروضہ کی بناء پر دین الٰہی سے کنارہ کشی کر لی کہ انسانی سوسائٹی اب بالغ ہو چکی ہے، اچھے اور برے کی تمیز کر سکتی ہے۔ اس بناء پر انہیں وحی الٰہی اور الہامی تعلیمات کی ضرورت نہیں، سوسائٹی کی اکثریت کی خواہشات کو دیکھتے ہوئے عقل اجتماعی کو حرف آخر سمجھ لیا جائے۔ اہل اسلام کے لیے ایسی بات کرنا اور اسے قبول کرنا ناممکن ہے۔ ان کیونکہ ان کے نظریات کے مطابق انسان کبھی بھی آسمانی ہدایات سے بے نیاز

---

[14]۔ احمد بن عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، (م: 1176ھ)، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، (قاہرہ، المطبعۃ السلفیۃ، س۔ن)، مقدمہ، ص 5

Al-Dallawī, Aḥmad bin Abd al-Rahim, Shāh Walī Allah, (AD: 1176), Aqad al-Jayyid fī Aḥkām al-Ijtihād and Taqlid,(Qāhira, Salafi Press, N Y), Moqadamah, p. 5.

[15]۔ شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، مقدمہ، ص 5

Shāh Walī ullah, Aqd al-Jayyid fī Aḥkām al-Ijtihād and Taqlid, Moqadamah, p. 5

[16]۔ آل عمران 3: 19

Al Imrān 3:19

نہیں ہو سکتا ہے۔انسانی معاشرہ انفرادی واجتماعی طور پر وحی الٰہی سے لاتعلق ہو کر کامیابی کی منازل طے نہیں کر سکتا۔ اس کی کامل رہنمائی کے لیے تعلیمات الہیہ کے ساتھ تعلق قائم رہنااز حد ضروری ہے۔

قرآن وسنت کے احکامات اصل حالت میں محفوظ ہیں۔لیکن قیامت تک پیش آنے والے واقعات کی تفصیل موجود نہیں، دین اسلام نے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے قرآن وسنت کے ابدی اصولوں کی پابندی کے ساتھ ساتھ عقل مشاہدات کو برائے کارلاتے ہوئے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔اس کوشش کو اجتہاد کیا نام دیا جاتا ہے۔

اجتہاد کی بناء پر متغیر زمانوں اور حالات میں شریعت اسلامیہ کے حقیقی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے نت نئے مسائل سے متعلق رہنمائی پیش کی جاتی ہے ۔اجتہاد سے مراد یہ نہیں کہ احکامات قرآن وسنت کو محدود کر کے اپنی آراء و خواہشات کے دائرہ کو وسعت دی جائے ۔ اجتہاد کا اصل مقصد قرآن و سنت کی عالمگیر تعلیمات و پیغامات کے اطلاقات کو وسعت دی جائے۔فروعات کو اصولوں کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے جن کے بارے نصوص شرعیہ میں صراحت موجود نہ ہو۔مثلاً حدیث مبارکہ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ :ایک شخص نے جب حالت روزہ میں بیوی سے ہمبستری کر لی تو اسے کفارہ کی ادائیگی کا حکم ہوا۔[17]

اس روایت پر غور کیا جائے تو ظاہری صورت میں صرف عورت کے ساتھ جماع کے سبب ہی کفارہ واجب ہوتا ہے۔ لیکن فقہاء اسلام نے اجتہادی حکم لگاتے ہوئے جان بوجھ کر روزہ توڑنے والوں کو بھی کفارہ کی ادائیگی کا حکم دیا۔اجتہاد کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اسکے ذریعے واضح نصوص اسلامیہ کا دائرہ کار ان احکام تک بڑھایا جائے جن کے بارے واضح حکم موجود نہ ہے۔

اجتہاد شریعت اسلامیہ میں روح کی مانند ہے۔اور فقہ کے لیے منبع حیات ہے۔اس لیے عقل اس بات کی قائل نہیں کہ شریعت تو آخری اور دائمی ہو۔ مستقبل میں پیش آنے والے واقعے کا تفصیلی حکم موجود ہو اور اجتہاد کی ضرورت نہ ہو۔کیونکہ عبادات اور تصرفات میں نہ تو حوادثات محدود ہو سکتے ہیں اور نہ ہی گنے جا سکتے ہیں۔نہ ہی ہر معاملے کے لیے کوئی واضح نص موجود ہے۔اور نہ ہی اس کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہر ہر معاملے کے لیے نص موجود ہو۔تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہر نئے پیش آنے والے حادثے یا مسئلے کا ممکنہ حل اجتہاد و قیاس کی صورت میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

---

[17] ۔البخاری، صحیح بخاری، باب اذا جامع فی رمضان، ج8، ص145،144

Al-Bukhārī, Ṣaḥiḥ Bukhārī, chapter on intercourse during Ramadān, vol. 8, pp. 144, 145

اس لیے یہ واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اجتہاد کا رک جانا شریعت اسلامیہ کی خصوصیات کے منافی ہے۔ کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ نئی نئی ایجادات و ضروریات اور علاقوں سے واسطہ پڑے گا۔ جن سے استفادہ کے لیے ان کے جواز یا عدم جواز کی عملی صورتوں کا سامنے لانے کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھٹکھٹانا از حد ضروری ہے۔

اجتہاد کی ضرورت کن صورتوں میں پڑتی ہے؟

ضرورت اجتہاد کو مجموعی طور پر تین صوتوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

i. موقع محل کی تعیین کے لیے اجتہاد

ii. نئے مسائل کا حل جاننے کے لیے اجتہاد

iii. دشواری اور مشکلات پر قابو پانے کے لیے اجتہاد

1: موقع محل کی تعیین کے لیے اجتہاد

اس سے مراد یہ ہے کہ شرعی حکم اپنی اصلی شکل میں موجود ہے لیکن موقع محل کے مطابق اس کی تعیین کی ضرورت ہے۔ سورہ توبہ کی اس آیت کو پڑھ کر اس عنوان سے متعلق بات کرتے ہیں:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[18]

صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

سورہ توبہ کی اس آیت مبارکہ میں مصارف زکوۃ کو بیان کیا گیا ہے۔ ان مصارف میں مساکین کا بھی ذکر ہے۔ اب تعیین یہ کرنا ہے کہ یہاں مسکین سے کون لوگ مراد ہیں کیونکہ روایت و اقوال میں مساکین کے بارے مختلف اقوال موجود ہیں۔ ذرا ان احادیث و اقوال کا مطالعہ کر لیں تاکہ مسکین کے مختلف معانی کا علم ہو سکے۔

---

[18]۔ التوبۃ 9: 60 — Al-Tawbah 9:60

احادیث مبارکہ میں مسکین کا مفہوم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيْسَ المِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَكِنِ المِسْكِينُ الَّذِي لاَ يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلاَ يُفْطَنُ بِهِ، فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلاَ يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ»[19]

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ، دو لقمے، ایک کھجور، دو کھجور لے کر ٹل جانے والے ہی نہیں''۔ بلکہ مسکین وہ ہے'' جو بے پرواہی کے برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور کچھ دے دے، نہ کسی سے خود کوئی سوال کرے''۔

دوسری حدیث مبارکہ میں بیان ہے:

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيْسَ المِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الأُكْلَةُ وَالأُكْلَتَانِ، وَلَكِنِ المِسْكِينُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى، وَيَسْتَحْيِي أَوْ لاَ يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا»[20]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جسے تم ایک دو لقمے سے لوٹادو۔ لیکن مسکین وہ ہے جو غنی نہ ہو، حیادار بھی ہو یا لوگوں سے چمٹ کر سوال بھی نہ کرتا ہو۔

ان احادیث مبارکہ میں مسکین کے بارے کہا گیا ہے کہ ایسا شخص جس کے پاس اتنا مال بھی نہ ہو جس سے وہ اپنی گزر بسر کر سکے۔ اور وہ اپنی حالت کو بھی ایسا نہ بنائے کہ لوگ اس کو محتاج سمجھ کر اس کو صدقہ و خیرات دے سکیں۔ اور ان کی غیرت بھی یہ گوارا نہیں کرتی کہ وہ کسی سے مانگنے کے لیے ان کے سامنے دست سوال دراز کریں۔

امام المحدثین ابو بکر ابن شیبہ مصنف میں اپنی سند کے ساتھ مصارف زکوۃ والی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فقیر اور مسکین کا معنی بیان کرنے کے لیے ضحاک بن مزاحم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾[21]،قَالَ: "الْفُقَرَاءُ:الَّذِينَ هَاجَرُوا، وَالْمَسَاكِينُ: الَّذِينَ لَمْ يُهَاجِرُوا"[22]

---

[19]۔البخاری، صحیح بخاری، ج1، ص124

Al-Bukhārī, Ṣaḥiḥ Bukhārī, vol. 1, p. 124

[20]۔ایضاً

[21]۔التوبۃ9: 60

Al-Tawbah 9:60

[22]۔ابن ابی شیبہ، المصنف فی الاحادیث والآثار، ج2، ص418

Ibn Abī Shaybah, al-Muṣnaf fī al-Aḥādīth wa al-Athār, Vol. 2, p. 418

فقراء سے مراد مہاجر یعنی ہجرت کرنے والے صحابہ کرام اور مساکین سے مراد ہجرت نہ کرنے والے افراد (غریب اہل مدینہ) ہیں۔

یعنی اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ہجرت کرنے والے چونکہ رضائے الٰہی کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر مکہ سے مدینہ آ گئے تھے۔ سب لوگوں کے علم میں تھا کہ ان کے پاس گزر اوقات کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اور مواخات مدینہ کے ذریعے ان کے انصاری بھائیوں نے انہیں اپنی جائیداد کاروبار میں آدھا حصہ دے دیا تھا۔ لیکن وہ لوگ جو مدینہ میں رہتے تھے۔ ہجرت کا حکم ان کے لیے نہیں تھا۔ ان میں بھی غریب و مفلوک الحال لوگ موجود تھے۔ جن کے پاس مال تو تھا لیکن ان کی گزر بسر کے لیے ناکافی تھا۔ لیکن وہ اپنی غیرت مندی کی وجہ سے ظاہری حالت ایسی نہیں رکھتے تھے کہ لوگ انہیں محتاج سمجھ کر انہیں صدقات و خیرات دیں۔ یہ سفید پوش افراد تھے۔ کسی دوسرے کے سامنے دست سوال دراز کرنا بھی ان کی غیرت کو گوارا نہ تھا۔ اور ان کی ایک نشانی یہ بھی بیان کی گئی کہ وہ چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اس لیے مصارف زکوۃ میں اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی ذکر کیا۔

لیکن ابن ابی شیبہ مغفل کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾[23] قَالَ: "الْفُقَرَاءُ: الَّذِينَ فِي بُيُوتِهِمْ وَلَا يَسْأَلُونَ، وَالْمَسَاكِينُ: الَّذِينَ يَخْرُجُونَ فَيَسْأَلُونَ "[24]

انہوں نے امام زہری سے اس سے متعلق پوچھا تو آپ نے کہا کہ فقراء سے مراد وہ لوگ ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں مانگتے نہیں اور مساکین سے وہ لوگ مراد ہیں جو گھروں سے نکل کر سوال کرتے ہیں مانگتے ہیں۔

اب پہلے والے اور اس دوسرے قول میں ایک دوسرے کے برعکس بات بیان کی گئی ہے۔

مجتہد کا یہی کام ہے کہ یہاں موقع محل کی تعیین کے لیے اجتہاد کرے اور ان آراء میں تطبیق پیدا کرے یا کسی ایک قول کو دلائل کے ساتھ ترجیح دے۔

2: نئے مسائل کا حل جاننے کے لیے اجتہاد

اس سے مراد یہ ہے کہ کتاب و سنت میں جو صریح حکم موجود ہیں ان کے الفاظ و معانی پر غور و فکر کیا جائے۔ فقہاء کرام کے بیان کردہ طریقوں عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضاء النص وغیرہ سے استفادہ کر کے نئے نئے

---

[23] ۔التوبۃ 9 :60 — Al-Tawbah 9:60

[24] ۔ابن ابی شیبہ، المصنف فی الاحادیث والآثار، ج2، ص418
Ibn Abī Shaybah, al-Muṣnaf fī al-Aḥādīth wa al-Athār, Vol. 2, p. 418

مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔تاکہ امت مسلمہ کو فعل حرام کے ارتکاب سے بچایا جا سکے اور جائز طریقے متعارف کرائے جا سکیں۔

جیسا کہ شراب کی حرمت پر نص آچکی ہے،اس پر قیاس کرتے ہوئے موجودہ زمانے میں پائی جانے والی منشیات کا حکم واضح کیا جائے۔

اسی طرح احکام بیوع اور سود کے بارے قرآن و سنت میں واضح احکام اور صورتیں موجود ہیں۔اسی پر قیاس کرتے ہوئے جدید دنیا کے نئے نئے تجارت کے طریقوں کو قرآن سنت میں بیان کردہ تصریحات کے مطابق جواز و عدم جواز کے احکام تلاش کیے جائیں۔

کیونکہ اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو لوگ اجتہاد شرعی نہ ہونے کی وجہ سے اپنے فاسد قسم کے نظریات قائم کرلیں گے کو سراسر ہلاکت و تباہی کا باعث بنے گا۔

3:دشواری اور مشکلات پر قابو پانے کے لیے اجتہاد

انسان پر کبھی ایسا وقت بھی آجاتا ہے جب وہ کسی بیماری، معذوری یا کسی اور سبب سے اصل حکم شرعیہ پر عمل کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ایسے حالات میں ایسی صورت تلاش کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے تاکہ اصل حکم شرعی کا احترام برقرار رہے اور سہولت کی راہ بھی نکل آئے۔ایسی صورت میں اگر شارع کی طرف سے کوئی متبادل حکم موجود ہو تو کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔جیسا کہ پانی نہ ہونے یا کسی بیماری کی صورت میں وضو اور غسل کی بجائے تیمم کی اجازت ہے۔نماز کی بروقت ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں قضاء، روزے نہ رکھنے کی صورت قضاء و کفارہ وغیرہ حج میں شکار کرنے پر دم کا واجب ہونا وغیرہ اسی کی مثالیں ہیں۔

اگر بدل موجود نہ ہو تو اجتہاد کے ذریعے سہولت پیدا کرنے کا حکم ہے۔تاکہ شریعت کی دی گئی سہولت سے عملی زندگی میں دشواری نہ ہو۔لیکن اس دشواری پر قابو پانے میں جلدی نہ کی جائے۔بلکہ اصول تدریج کو اختیار کیا جائے۔جیسا کہ شراب ہو حرام کرنے کے لیے آہستہ آہستہ حکم نازل ہوتے گئے۔

پہلا حکم

شراب کو حرام کرنے کے لیے اللہ تعالی پہلے ہی حکم میں اس کی حرمت بیان نہیں کی بلکہ ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾[25]

اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ۔

اس آیت میں نہ گناہ کا تذکرہ کیا نہ حرمت کا بلکہ بس اتنا حکم دیا کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یعنی حرمت کی بجائے کراہت کا ذکر کیا۔

دوسرا حکم

اس دوسرے حکم میں بھی حرمت کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ دنیاوی منافع کے ساتھ ساتھ گناہ قرار دے دیا جبکہ پہلے والی میں کراہت کا ذکر تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾[26]

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

یعنی اس حکم میں اس کے فائدے کے ساتھ ساتھ گناہ ہونے کا بھی اشارہ دے دیا اور فرمایا کہ گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے، یعنی نفع کم نقصان زیادہ بیان کیا۔

تیسرا حکم

شراب کے بارے اب چونکہ تیسرا درجہ تھا اس لیے ارشاد باری تعالیٰ پہلے والے دونوں حکموں سے سخت بیان کیا اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[27]

اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاو۔

---

[25]۔ النساء 4: 43 — An-Nisā 4: 43

[26]۔ البقرہ 2: 219 — Al-Baqarah 2: 219

[27]۔ المائدہ 5 : 90 — Al-Mā'idah 5:90

اس تیسرے حکم میں شراب اور اس کے ساتھ دیگر افعال کو شیطانی افعال قرار دے دیا اور ان سے پرہیز کرنے پر ہی فلاح آخرت کادارومدار بیان کیا گیا۔

اس لیے معاشرتی اصلاح میں تدریج و تسلسل نہایت ضروری ہے۔تاکہ عوام کے اذہان مناسب صورت قبول کرنے کی طرف آمادہ ہو جائیں۔

اجتہاد کی ضرورت

اجتہاد کی ضرورت کو دو مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1: ماضی میں اجتہاد کی ضرورت

2: مستقبل میں اجتہاد کی ضرورت

1: ماضی میں اجتہاد کی ضرورت

اجتہاد کی ضرورت واہمیت سے اس لیے بھی انکار ممکن نہیں۔کیونکہ شریعت اسلامیہ کی خدمت اور فقہ اسلامی کی بلند و بالا عمارت کے قیام میں اجتہاد نے گزشتہ ادوار میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔اجتہاد نے اس خلاء کو پر کیا جو ختم المرسلین ﷺ کے وصال کے بعد امت مسلمہ میں پیدا ہو چکا تھا۔

رسول اللہ ﷺ تقریباً 500 آیات اور محدود مقدار میں ایسی احادیث چھوڑ کر دنیا سے پردہ فرما گئے جن سے فقہی احکامات مرتب ہوتے تھے۔لیکن ان نصوص میں پائی جانے والی جامعیت، عالم گیریت و معنویت کی وجہ سے ان سے ثابت شدہ ایسے دائمی قوانین نصیب ہوئے جو تا قیامت امت مسلمہ کے لیے مسلمہ قوانین کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾[28]

اے ایمان والو! عہد و پیماں پورے کرو۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں "عقود سے مراد عہد ہیں"۔ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن جریر کا کہنا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے۔کہ عہد و پیمان ہو خواہ قسمیہ یا اور وعدے ہوں، سب کو پورا کرنا فرض ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ "عہد کو پورا کرنے میں اللہ کے حلال کو حلال جاننا، اس کے حرام کو حرام جاننا،

---

[28] المائدۃ 5: 1 Al-Mā'idah 5:1

اس کے فرائض کی پابندی کرنا، اس کی حد بندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے، کسی بات کا خلاف نہ کرو، حد کو نہ توڑو، کسی حرام کام کو نہ کرو، اس پر سختی بہت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِه وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللهُ بِه اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾ [29]

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس سے مراد یہ کہ اللہ کے حلال کو، اس کے حرام کو، اس کے وعدوں کو، جو ایمان کے بعد ہر مومن کے ذمہ آجاتے ہیں پورا کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے، فرائض کی پابندی، حلال حرام کی عقیدت مندی وغیرہ''۔[30]

فرمان رسالت ﷺ ہے۔

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔[31]

نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔

نقصان اور ضمان کی ذمہ داریوں کی تمام اقسام کے لیے اسے ایک عام بنیاد سمجھا جائے گا۔

اور ضرار سے مراد نقصان کے بدلے نقصان (پہنچانا)۔ لہذا جس نے دوسرے کا مال ضائع کیا تو اس شخص کا بدلے میں مال ضائع کرنا جائز نہیں بلکہ جتنا اس نے نقصان کیا اس کا تاوان ادا کرے گا۔

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔[32] ہر نشہ آور چیز حرام ہے ۔

اس طرح کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی تین صدیوں میں تو صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین میں سے بے شمار مجتہدین سامنے آئے۔ ہر مجتہد کا نصوص سے احکام مستنبط کرنے کا اپنا اصول و طریقہ کار ہوا کرتا تھا۔ جس کی بناء پر مجتہدین کی آراء میں کبھی اتفاق تو کبھی اختلاف ہوا کرتا تھا۔ ہر مجتہد کا اپنا مذہب ہوتا تھا جو تمام مسائل میں اس کی فقہی آراء سے مرکب ہوتا تھا۔

---

[29]۔ الرعد 13 :25 Al-Ra'd 13:25

[30]۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج3، ص5
Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'ān al-Azeem, vol.3, p.5

[31]۔ سنن ابن ماجہ، ج2، ص784 Sunan Ibn Mājah, vol. 2, p. 784

[32]۔ البخاری، صحیح بخاری، ج5، ص161،162، ج8، ص30، ج9ص70
Al-Bukhārī, Ṣaḥiḥ Bukhārī, Vol. 5, pp. 161, 162, Vol. 8, pp. 30, Vol. 9, p. 70

ان مذاہب میں سے بعض تو بانی مذہب کی وفات کے ساتھ ہی مٹ گئے۔ان کی چند روایات صرف اختلاف الفقہاء کی چند کتابوں میں باقی رہ گئیں۔ جبکہ بعض بانیان مذاہب کو ایسے شاگرد ملے جنھوں نے اپنے شیوخ سے جو کچھ بھی سنا یا نقل کیا اسے محفوظ و مرتب کیا اور اسے وسعت دی۔ان میں سے بعض اس وقت کے سرکاری عہدوں بلکہ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے اور اپنے شیخ کے مذہب کے مطابق فیصلے کیے۔اس طرح اس مذہب کو معاشرتی اور قانونی حیثیت بھی مل گئی۔ پھر ان کے تلامذہ سے لوگوں نے اس مذہب کی تعلیم حاصل کی اس کی ترویج واشاعت کے لیے کمر باندھی۔دن رات اس کی خدمت میں صرف کیا۔اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مذاہب وسعت اختیار کر گئے۔جب ان اجتہادی مذاہب کے اصول مکمل ہو گئے اور ان کی مؤلفہ کتب فقہ اہل علم کے ہاتھوں میں آئیں تو ان مذاہب کے قدم مزید مضبوط ہو گئے۔اس اجتماعی اجتہاد کی ایک عملی صورت برصغیر میں اورنگزیب عالمگیر کے دور میں سامنے آئی جب یہاں کے علماء نے فتاوی ہندیہ المعروف فتاوی عالمگیری تدوین کیا۔اور نگزیب عالمگیر چونکہ خود بھی عالم تھا اور مذہبی رجحانات رکھتا تھا اس لیے اس کی سرپرستی میں یہ کام بخوبی سرانجام پایا۔

خلاصہ بحث

ماضی میں انفرادی اجتہاد ایک ضرورت تھی۔ لیکن موجودہ دور میں یہ ایک بہت بڑی خرابی کا باعث بن سکتا ہے اور بن رہا ہے۔ جس خدشہ کے پیش نظر علماء نے علماء سلف نے اجتہاد بند کیا تھا آج وہی خدشات انفرادی اجتہاد کے ذریعے حقیقت کا روپ دھار رہے ہیں۔آج کچھ ناعاقبت اندیش علماء سوء نے دین کو تجارت بنالیا ہے۔اپنی تحریر و تقریر کو وہ دنیاوی مال ومتاع کے بدلے اس حکم الٰہی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ﴾[33] اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت پر نہ فروخت کرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ لیکن اس کے باوجود اجتہاد کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

---

[33] ۔البقرہ2: 41

Al-Baqarah 2: 41